فہم قرآن

یوم التغابن

سید ابوالاعلیٰ مودودی

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط (التغابن ۶۴: ۹)

جب اجتماع کے دن وہ تم سب کو اکٹھا کرے گا۔ وہ دن ہو گا ایک دوسرے کے مقابلے میں لوگوں کی ہار جیت کا۔

اصل میں لفظ يَوْمُ التَّغَابُنِ استعمال ہوا ہے جس کے معنی میں اتنی وسعت ہے کہ اردو زبان تو کیا‘ کسی دوسری زبان کے بھی ایک لفظ‘ بلکہ ایک فقرے میں‘ اس کا مفہوم ادا نہیں کیا جا سکتا۔ خود قرآن مجید میں بھی قیامت کے جتنے نام آئے ہیں‘ ان میں غالباً سب سے زیادہ پُرمعنی نام یہی ہے۔ اس لیے اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے تھوڑی سی تشریح ناگزیر ہے۔

تغابن غبن سے ہے جس کا تلفظ غَبْن بھی ہے اور غَبَن بھی۔ غَبْن زیادہ تر خرید و فروخت اور لین دین کے معاملے میں بولا جاتا ہے اور غَبَن رائے کے معاملے میں۔ لیکن کبھی کبھی اس کے برعکس بھی استعمال ہوتا ہے۔ لغت میں اس کے متعدد معنی بیان کیے گئے ہیں: غَبَنُوا خَبَرَ النَّاقَةِ ‘ اُن لوگوں کو پتا نہیں چلا کہ ان کی اونٹنی کہاں گئی۔ غَبَنَ فُلَانًا فِي الْبَيْعِ ‘ اس نے فلاں شخص کو خرید و فروخت میں دھوکا دے دیا۔ غَبَنَ فُلَانًا ‘ اس نے فلاں شخص کو گھاٹا دے دیا۔ غَبِنْتُ مِنْ حَقِّي عِنْدَ فُلَانٍ ‘ فلاں شخص سے اپنا حق وصول کرنے میں مجھ سے بھول ہو گئی۔ غَبِيْن ‘ وہ شخص جس میں ذہانت کی کمی ہو اور جس کی رائے کمزور ہو۔ مَغْبُوْن وہ شخص جو دھوکا کھا جائے۔ الغبن‘ الغفلة‘ النسيان‘ فوت الحظ‘ ان يبخس صاحبكَ في معاملة بينكَ وبينه لضرب من الاخفاء ‘ غبن کے معنی ہیں غفلت‘ بھول‘ اپنے حصے سے محروم رہ جانا‘ ایک شخص کا کسی غیر محسوس طریقے سے کاروبار یا باہمی معاملے میں دوسرے کو نقصان دینا۔ امام حسن بصریؒ نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے کو بیع میں دھوکا دے رہا ہے تو فرمایا: هٰذا يغبن عقلكَ ‘ یہ شخص تجھے بیوقوف بنا رہا ہے۔

اس سے جب لفظ تغابن بنایا جائے تو اس میں دو یا زائد آدمیوں کے درمیان غبن واقع ہونے کا مفہوم

پیدا ہو جاتا ہے۔ تَغَابَنَ الْقَوْمُ کے معنی ہیں بعض لوگوں کا بعض لوگوں کے ساتھ غبن کا معاملہ کرنا۔ یا ایک شخص کا دوسرے کو نقصان پہنچانا اور دوسرے کا اس کے ہاتھوں نقصان اٹھا جانا۔ یا ایک کا حصہ دوسرے کو مل جانا اور اس کا اپنے حصے سے محروم رہ جانا۔ یا تجارت میں ایک فریق کا خسارہ اٹھانا اور دوسرے فریق کا نفع اٹھا لے جانا۔ یا کچھ لوگوں کا کچھ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں غافل یا ضعیف الرائے ثابت ہونا۔

اب اس بات پر غور کیجیے کہ آیت میں قیامت کے متعلق فرمایا گیا ہے ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ' وہ دن ہو گا تغابن کا۔ ان الفاظ سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ دنیا میں تو شب و روز تغابن ہوتا ہی رہتا ہے' لیکن یہ تغابن ظاہری اور نظر فریب ہے' اصلی اور حقیقی تغابن نہیں ہے۔ اصل تغابن قیامت کے روز ہو گا۔ وہاں جا کر پتا چلے گا کہ اصل میں خسارہ کس نے اٹھایا اور کون نفع کما لے گا۔ اصل میں کس کا حصہ کسے مل گیا اور کون اپنے حصے سے محروم رہ گیا۔ اصل میں دھوکا کس نے کھایا اور کون ہوشیار نکلا۔ اصل میں کس نے اپنا تمام سرمایۂ حیات ایک غلط کاروبار میں کھپا کر اپنا دیوالہ نکال دیا' اور کس نے اپنی قوتوں اور قابلیتوں اور مساعی اور اموال اور اوقات کو نفع کے سودے پر لگا کر وہ سارے فائدے لوٹ لیے جو پہلے شخص کو بھی حاصل ہو سکتے تھے اگر وہ دنیا کی حقیقت سمجھنے میں دھوکا نہ کھاتا۔

مفسرین نے یوم التغابن کی تفسیر کرتے ہوئے اس کے متعدد مطلب بیان کیے ہیں جو سب کے سب صحیح ہیں اور اس کے معنی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس روز اہل جنت اہل دوزخ کا وہ حصہ مار لے جائیں گے جو ان کو جنت میں ملتا اگر وہ جنتیوں کے سے کام کر کے آئے ہوتے' اور اہل دوزخ جنتیوں کا وہ حصہ لوٹ لیں گے جو انھیں دوزخ میں ملتا اگر انھوں نے دنیا میں دوزخیوں کے سے کام کیے ہوتے۔ اس مضمون کی تائید بخاری کی وہ حدیث کرتی ہے جو انھوں نے کتاب الرقاق میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: "جو شخص بھی جنت میں جائے گا اسے وہ مقام دکھا دیا جائے گا جو اسے دوزخ میں ملتا اگر وہ برا عمل کرتا' تاکہ وہ اور زیادہ شکر گزار ہو۔ اور جو شخص بھی دوزخ میں جائے گا اسے وہ مقام دکھا دیا جائے گا جو اسے جنت میں ملتا اگر اس نے نیک عمل کیا ہوتا' تاکہ اسے اور زیادہ حسرت ہو"۔

بعض اور مفسرین کہتے ہیں کہ اس روز ظالم کی اتنی نیکیاں مظلوم لوٹ لے جائے گا جو اس کے ظلم کا بدلہ ہو سکیں' یا مظلوم کے اتنے گناہ ظالم پر ڈال دیے جائیں گے جو اس کے حق کے برابر وزن رکھتے ہوں۔ اس لیے کہ قیامت کے روز آدمی کے پاس کوئی مال و زر تو ہو گا نہیں کہ وہ مظلوم کا حق ادا کرنے کے لیے کوئی ہرجانہ یا تاوان دے سکے۔ وہاں تو بس آدمی کے اعمال ہی ایک زرِمبادلہ ہوں گے۔ لہٰذا جس شخص نے دنیا میں کسی پر ظلم کیا ہو وہ مظلوم کا حق اسی طرح ادا کر سکے گا کہ اپنے پلے میں جو کچھ بھی نیکیاں رکھتا

ہو ان میں سے اس کا تاوان ادا کرے، یا مظلوم کے گناہوں میں سے کچھ اپنے اوپر لے کر اس کا جرمانہ بھگتے۔ یہ مضمون بھی متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ بخاری، کتاب الرقاق میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: "جس شخص کے ذمے اپنے کسی بھائی پر کسی قسم کے ظلم کا بار ہو اسے چاہیے کہ یہیں اس سے سبکدوش ہو لے، کیونکہ آخرت میں دینار و درہم تو ہوں گے ہی نہیں۔ وہاں اس کی نیکیوں میں سے کچھ لے کر مظلوم کو دلوائی جائیں گی، یا اگر اس کے پاس نیکیاں کافی نہ ہوں تو مظلوم کے کچھ گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے"۔ اسی طرح مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ بن انیس کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: "کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی دوزخ میں اس وقت تک نہ جاسکے گا جب تک کہ اس ظلم کا بدلہ نہ چکا دیا جائے جو اس نے کسی پر کیا ہو، حتیٰ کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی دینا ہو گا"۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ بدلہ کیسے دیا جائے گا جب کہ قیامت میں ہم ننگے بچے ہوں گے؟ فرمایا: "اپنے اعمال کی نیکیوں اور بدیوں سے بدلہ چکانا ہو گا" مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ اپنی مجلس میں لوگوں سے پوچھا: "جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا ہم میں سے مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس مال متاع کچھ نہ ہو۔ فرمایا: "میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز اور روزہ اور زکوٰۃ ادا کر کے حاضر ہوا ہو، مگر اس حال میں آیا ہو کہ کسی کو اس نے گالی دی تھی اور کسی پر بہتان لگایا تھا اور کسی کا مال مار کھایا تھا اور کسی کا خون بہایا تھا اور کسی کو مارا پیٹا تھا۔ پھر ان سب مظلوموں میں سے ہر ایک پر اس کی نیکیاں لے لے کر بانٹ دی گئیں۔ اور جب نیکیوں میں سے کچھ نہ بچا جس سے ان کا بدلہ چکایا جاسکے تو ان میں سے ہر ایک کے کچھ کچھ گناہ لے کر اس پر ڈال دیے گئے، اور وہ شخص دوزخ میں پھینک دیا گیا"۔ ایک اور حدیث میں، جسے مسلم اور ابوداؤد نے حضرت بریدہ سے نقل کیا ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ: "کسی مجاہد کے پیچھے اگر کسی شخص نے اس کی بیوی اور اس کے گھر والوں کے معاملے میں خیانت کی تو قیامت کے روز وہ اس مجاہد کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور اس کو کہا جائے گا کہ اس کی نیکیوں میں سے جو کچھ تو چاہے لے لے"۔ پھر حضورؐ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "پھر تمہارا کیا خیال ہے؟" یعنی تم کیا اندازہ کرتے ہو کہ وہ اس کے پاس کیا چھوڑ دے گا؟

بعض اور مفسرین نے کہا ہے کہ تغابن کا لفظ زیادہ تر تجارت کے معاملے میں بولا جاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جگہ جگہ اس رویے کو جو کافر اور مومن اپنی دنیا کی زندگی میں اختیار کرتے ہیں، تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مومن اگر نافرمانی کا راستہ چھوڑ کر اطاعت اختیار کرتا ہے اور اپنی جان، مال اور محنتیں خدا کے راستے میں کھپا دیتا ہے تو گویا وہ گھاٹے کا سودا چھوڑ کر ایک ایسی تجارت میں اپنا سرمایہ لگا رہا ہے جو آخر کار

نفع دینے والی ہے۔ اور ایک کافر اگر اطاعت کی راہ چھوڑ کر خدا کی نافرمانی اور بغاوت کی راہ میں اپنا سب کچھ لگا دیتا ہے تو گویا وہ ایک ایسا تاجر ہے جس نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہے اور آخرکار وہ اس کا خسارہ اٹھانے والا ہے۔ دونوں کا نفع اور نقصان قیامت کے روز ہی کھلے گا۔ دنیا میں یہ ہو سکتا ہے کہ مومن سراسر گھاٹے میں رہے اور کافر بڑے فائدے حاصل کرتا رہے۔ مگر آخرت میں جا کر معلوم ہو جائے گا کہ اصل میں نفع کا سودا کس نے کیا ہے اور نقصان کا سودا کس نے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر بیان ہوا ہے۔ مثال کے طور پر آیات ذیل ملاحظہ ہوں: البقرہ ۲:۱۶، ۱۷۵، ۲۰۷۔ ال عمرٰن ۳: ۷۷، ۱۷۷۔ النساء ۴: ۷۴۔ التوبة ۹:۱۱۱۔ النحل ۱۶: ۹۵۔ فاطر ۳۵: ۲۹۔ الصف ۶۱: ۱۰۔

ایک اور صورت تغابن کی یہ بھی ہے کہ دنیا میں لوگ کفر و فسق اور ظلم و عصیان پر بڑے اطمینان سے آپس میں تعاون کرتے رہتے ہیں اور یہ اعتماد رکھتے ہیں کہ ہمارے درمیان بڑی گہری محبت اور دوستی ہے۔ بدکردار خاندانوں کے افراد، ضلالت پھیلانے والے پیشوا اور ان کے پیرو، چوروں اور ڈاکوؤں کے جتھے، رشوت خور اور ظالم افسروں اور ملازمین کے گٹھ جوڑ، بے ایمان تاجروں، صنعت کاروں اور زمین داروں کے گروہ، گمراہی اور شرارت و خباثت برپا کرنے والی پارٹیاں، اور بڑے پیمانے پر ساری دنیا میں ظلم و فساد کی علم بردار حکومتیں اور قومیں، سب کا باہمی سازباز اسی اعتماد پر قائم ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تعلق رکھنے والے افراد اس گمان میں ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے بڑے اچھے رفیق ہیں اور ہمارے درمیان بڑا کامیاب تعاون چل رہا ہے۔ مگر جب یہ لوگ آخرت میں پہنچیں گے تو ان پر یکایک یہ بات کھلے گی کہ ہم سب نے بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ ہر ایک یہ محسوس کرے گا کہ جسے میں اپنا بہترین باپ، بھائی، بیوی، شوہر، اولاد، دوست، رفیق، لیڈر، پیر، مرید، یا حامی و مددگار سمجھ رہا تھا وہ دراصل میرا بدترین دشمن تھا۔ ہر رشتے داری اور دوستی اور عقیدت و محبت، عداوت میں تبدیل ہو جائے گی۔ سب ایک دوسرے کو گالیاں دیں گے، ایک دوسرے پر لعنت کریں گے، اور ہر ایک یہ چاہے گا کہ اپنے جرائم کی زیادہ سے زیادہ ذمہ داری دوسرے پر ڈال کر اسے سخت سے سخت سزا دلوائے۔ یہ مضمون بھی قرآن میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے جس کی چند مثالیں حسب ذیل آیات میں دیکھی جا سکتی ہیں: البقرہ ۲: ۱۶۷۔ الاعراف ۷: ۳۷ تا ۳۹۔ ابراہیم ۱۴: ۲۱، ۲۲۔ المومنون ۲۳: ۱۰۱۔ العنکبوت ۲۹: ۱۲، ۱۳، ۲۵۔ لقمن ۳۱: ۳۳۔ الاحزاب ۳۳: ۶۷، ۶۸۔ سبا ۳۴: ۳۱ تا ۳۳۔ فاطر ۳۵: ۱۸۔ الصّٰفّٰت ۳۷: ۲۷ تا ۳۳۔ ص ۳۸: ۵۹ تا ۶۱۔ حم السجدہ ۴۱: ۲۹۔ الزخرف ۴۳: ۶۷۔ الدخان ۴۴: ۴۱۔ المعارج ۷۰: ۱۰ تا ۱۴ عبس ۸۰: ۳۴ تا ۳۷۔

(تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۵۳۶-۵۴۰)